

وچدیری دلائل علمی



از افادات عالیہ

مجدد ملت حضرت سیدنا اخترزادہ سیف الرحمن صاحب
پیراچی و خراسانی مبارک رحمۃ اللہ علیہ

تالیف

محقق علامہ فرید خاوی محمدی سیفی

ناشر ادارہ محمدیہ سیفیہ پبلیکیشنز

آستانہ عالیہ راوی ریان شریف لاہور 0321-8401546

وجد پر علمی دلائل

حسب ارشاد

مجدد ملت حضرت سیدنا و مرشدنا اخندادہ

سیف الرحمن پیرارچی و خراسانی مبارک صاحب رحمۃ اللہ علیہ

با اہتمام

مخدوم اہلسنت حضرت میاں محمد حنفی سیفی مبارک دامت برکاتہم العالیہ

تالیف

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی غلام فرید ہزاروی محمدی سیفی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مکتبہ محمدیہ سیفیہ آستانہ عالیہ راوی ریان شریف لاہور

حسین ٹاؤن نزد کالا شاہ کاکو مرشد آباد روڈ راوی ریان

فون: 0321-8401546

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب:

وجد پر علمی دلائل

از افادات عالیہ:

مجدد عصر حاضر حضرت اخندزادہ سیف الرحمن مبارک صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تالیف:

شیخ الحدیث علامہ مفتی غلام فرید ہزاروی محمدی سیفی رحمۃ اللہ علیہ

اہتمام طباعت: صوفی فیاض حسین محمدی سیفی (انچارج مکتبہ محمدیہ سیفیہ)

معاون اشاعت: صوفی غلام مرتضیٰ سیفی (آف گجرات)

ناشر: مکتبہ محمدیہ سیفیہ آستانہ عالیہ راوی ریان شریف لاہور

اشاعت سوئم: جون 2008ء

ہدیہ: 30 روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ سیفیہ آستانہ عالیہ سیفیہ مجددیہ نقشبندیہ فقیر آباد شریف

مکتبہ محمدیہ سیفیہ آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان شریف

وجد کے بارے میں علمی تحقیق

سوال۔ وجد اور تواجد کی حقیقت کیا ہے، کیا یہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب۔ وجد عموماً بعض ذی روح چیزوں خصوصاً اہل ایمان میں سے ایسے حضرات کو ہوتا ہے جو تلاوتِ قرآن یا نعتِ رسول ﷺ یا ذکر باری تعالیٰ یا بزرگانِ دین کی تعریف و توصیف سنتے ہیں تو ان پر کسی خاص کیفیت کا ورود ہوتا ہے یا انوار و تجلیات کا ورود ہوتا ہے۔ تو ایسی صورت میں وہ اپنے اوپر قابو اور کنٹرول نہیں کر پاتے جس وجہ سے ان کے جسم پر اضطراب و حرکت پیدا ہو جاتی ہے جس کی بنا پر کبھی ادھر کبھی آگے کبھی پیچھے جھکتے اور گر پڑتے ہیں۔ اور کبھی کبھار بیہوش بھی ہو جاتے ہیں۔ تو ایسی حرکات کو وجد حقیقی کہا جاتا ہے۔ اور اس کا محمود و مستحسن ہونا قرآنی آیات و احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔

(۱) اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابها مثانی تقشعر منه جلود الذین یخشون ربہم ثم تلین جلودہم وقلوبہم الی ذکر اللہ (پ ۲۳، ع ۱۷)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے ایسی اچھی کتاب نازل فرمائی ہے۔ جس کی آیتیں باہم ملتی جلتی ہے۔ بار بار دہرائی جاتی ہیں۔ جس سے اپنے رب سے ڈرنے والوں کے دل کا پنے لگتے ہیں۔ (یعنی حرکت کرتے ہیں) پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو جاتے ہیں۔ اور اللہ کے ذکر میں لگ جاتے ہیں۔ یعنی ان کے

اجسام وابدان حرکت کرنے اور مضطرب ہونے لگتے ہیں حتیٰ کہ ذکر خداوندی میں سرشار ہو کر ذاکر بن جاتے ہیں۔ یہاں اس نص قطعی الثبوت کی ولالت بھی اقشعرار بدن اور دلوں کے نرم ہونے پر قطعی ہے۔ گویا وجد کی کیفیت کا ثبوت ایسی نص سے واضح ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت بھی ہے۔ اور پھر نفس وجد کا انکار اس آیت مذکورہ کا انکار ہے جو کفر خالص ہے۔ جیسا کہ اس کی تفسیر میں صاحب مدارک اور صاحب جلالین اور صاحب تفسیر مظہری وغیرہ نے لکھا ہے۔

(۲) فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ

صعقا (پ ۹، ع ۷)

(ترجمہ) جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اس نے پہاڑ کو ریزہ

ریزہ کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے ملاحظہ ہو تفسیر مظہری۔

یہاں صفاتی تجلی نے موسیٰ علیہ السلام کو بے ہوش اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیا

ہے تو پھر ذاتی انوار و تجلیات کا کیا عالم ہوگا؟

(۳) واختار موسیٰ قومہ سبعین رجلا لمیقاتنا فلما اخذتهم

الرجفتہ (ص ۹، ع ۹)

(ترجمہ) اور چنے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر (۷۰) آدمی

ہماری ملاقات کے لئے پھر جب ان کو پکڑ لیا ربھ نے یہاں پر صاحب روح

المعانی کا استدلال قابل غور ہے۔

(۳) فلما رآه ينه اكبر نه وقطن ابديهن (پ ۱۲ ع ۱۳)

(ترجمہ) جب مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو اسے دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔

یہاں صرف جمال یوسفی کے مشاہدہ سے زنان مصر ایسی بے ہوش ہوئیں کہ انگلیاں کاٹ لیں یہ وجد ہی کیفیت ہے جو جمال خداوندی یا جمال مصطفوی کے مشاہدہ سے اس کا طاری ہونا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوتا ہے۔ (مطالعہ کے لئے روح البیان زیادہ مفید ہے)

الایتنہ۔ (۵)۔ انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم (پ ۹ ع ۱۵)

(ترجمہ) بے شک ایمان والوں کے سامنے جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں یعنی دلوں پر اضطراب کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔
الغرض۔ ان پانچ عدد آیات قرآنیہ سے اہل ایمان خصوصاً اہل سلوک اہل ذوق و عشاق کے وجد حقیقی کا ثبوت بالکل واضح ہے۔ اس کا انکار قرآن کا انکار ہے۔

حدیث اول

حدیث پاک سے ثابت ہے کہ بعض صحابہ کرام کی زبان سے قرآن کریم کی تلاوت سن کر گھوڑا ناچتا ہے جیسا کہ یہ حدیث شریف ص ۱۸۴ پر موجود ہے۔ اگر قرآن سن کر گھوڑے جیسے جانور پر وجد طاری ہو سکتا ہے تو انسان پر ایسی کیفیت کا ورود کیونکر نہیں ہو سکتا

رہا معاملہ تو اجد کا تو اجد کے معنی ہیں از خود وجد والی صورت اختیار کرنا۔
یعنی یہ وہ صورت ہے کہ جس میں حقیقی وجد والا آدمی حرکات و سکنات کرتا ہے گرتا
ہے، اُچھلتا ہے، تڑپتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو اسی طرح وہ آدمی جو تو اجد کرتے ہیں جو
کہ منع نہیں بلکہ جائز ہے اور احسن عمل ہے۔

حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ من تشبیہ بقوم فهو منهم
۔ جو شخص کسی قوم سے اپنی مشابہت کرے گا۔ وہ انہیں میں سے ہوگا۔ اور یاد رہے
کہ تو اجد کے جواز پر صرف ہم نے ہی استدلال نہیں کیا بلکہ علامہ جلال الدین
سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ تو اجد پر یوں فرماتے ہیں کہ ذاکر خواہ ذکر کرتے
ہوئے کھڑا ہو جائے۔ اور یہ کھڑا ہونا اختیاری ہو یا غیر اختیاری ہو ہر حال میں
جائز ہے۔ بلکہ جواب میں فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں پر نہ انکار جائز ہے اور نہ ہی
ان کو منع کرنا جائز ہے۔ اور یہی جواب دیا ہے علامہ بلیقنی اور علامہ برہان الدین
انباسی نے اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ صاحب حال مغلوب ہے۔ اور اس کا منکر
محروم ہے۔ اس لئے اس نے تو اجد کی لذت نہیں دیکھی۔ اور عشق حقیقی کا جو
مشروب ہے وہ منکر کو نصیب نہیں ہوتا۔ شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام سے
بھی یہی کچھ منقول ہے بلکہ مجلس ذکر میں کھڑے ہونے اور رقص کرنے والوں
میں یہ شیخ الاسلام بھی شامل ہیں اور کھڑے ہو کر ذکر کرنا اور گھومنے وغیرہ کا ثبوت
بھی الحاوی الفتاویٰ ص ۲۲۴ جلد دوم میں موجود ہے اسی طرح علامہ ابن عابدین
شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا مجموعۃ الرسائل ج ۱ ص ۱۷۳ اور فتاویٰ

شامی جلد سوم ص ۳۰۷ پر بھی وجد مع تواجد اور رقص وغیرہ کا ثبوت ملتا ہے۔

حدیث دوم

فتاویٰ الحاوی ج ۲، ۲۲۳ میں علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ:

وان انضم الی هذا القیام رقص او نحوه فلا انکار علیہم
لان ذلك من لذة الشهود و المود جمد و قد ورد فی الحدیث رقص
جعفر بن ابی طالب بین یدی النبی صلی اللہ علیہ و سلم لما قال
له شبہت خلقی و خلقی و ذالك من لذة هذه الخطاب و لم ینکر
ذالك علیہ النبی صلی اللہ علیہ و سلم فكان هذا اصلا فی رقص
الصوفیة الخ

(ترجمہ) اور اگر اس قیام وغیرہ کے ساتھ رقص وغیرہ کو ملایا جائے تو بھی
صوفیاء پر انکار جائز نہیں کیونکہ یہ شہود اور مواجید (وجد کی جمع) کی لذت کی وجہ سے
ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ جناب جعفر بن ابی طالب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ تم اپنے اخلاق اور خلقت میں میرے ساتھ مشابہت رکھتے ہو۔ تو یہ سن کر
انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رقص کیا یعنی ناچنے لگے۔ تو آپ نے نہ منع فرمایا
اور نہ انکار فرمایا۔ جو جواز کی دلیل ہے نوٹ یاد رہے کہ اسی حدیث کو صوفیاء کرام
کے وجد و تواجد اور رقص کی اہل دلیل قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح سید احمد محطاوی اپنی کتاب حاشیۃ الطحطاوی علی در المختار جلد
چہارم ص ۱۷۶-۱۷۷ میں اور الحدیثۃ الندیۃ شرح طریقۃ الحمدیۃ جلد دوم ص

۵۲۲ میں اسی طرح امام شعرانی انوار قدسیہ جلد اول ص ۳۹ فرماتے ہیں۔

نوٹ۔ یاد رہے کہ اختصار کی خاطر صرف حوالہ جات پر اکتفا کیا ہے۔ اور بعض عبارات سے مختصر جملے نقل کر دیئے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ وجد و تواجد اور رقص جلیل القدر اولیاء کرام پر طاری ہوتا رہا ہے۔ مثلاً ابو بکر شبلی، ابوالحسن نوری، سمون الجیب، معدون الجنون وغیرہ

مزید برآں یہ کہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی مکاتیب شریفہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد بہاء الدین شاہ نقشبند کی توجہات سے مریدین پر عجیب و غریب کیفیات ظاری ہوتی تھیں۔ (حوالہ مکاتیب شریفہ ص ۷۸، ۸۲)

سوال۔ (۲) حضرت جعفر بن ابی طالب کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وجد و رقص کرنے والی روایت کس کتاب میں ہے۔

جواب۔ الحاوی للفتاویٰ جلد دوم ص ۲۳۴ سیرت طیبہ جلد دوم ص ۲۵۲ کے حاشیہ میں ہے (السیرۃ النبویۃ والاخبار المحمدیۃ) اور صدیقۃ الندیۃ جلد دوم ص ۵۲۳ تفسیر احمد ص ۶۰۲، ۶۰۳ میں موجود بھی ہے۔ علاوہ ازیں ملاحظہ فرمائیں۔ تفسیر روح البیان ص ۲۱۱، و نحر و ن للازقان و یزید ہم خشوعا کے تحت حضرت ابی ہریرہؓ کو وجد و جذب ہوا۔ ملاحظہ ہو ترمذی شریف باب الزہد نیز سورۃ محمد کی تفسیر میں تفسیر روح البیان ص ۸، ۵۱۲ جلد آٹھ اور ص ۸، ۱۰۱ سورۃ اعراف جلد سوم ص ۶۳۲ اور روح البیان ص ۸، ۱۳۷ وغیرہ کا مطالعہ کیجئے۔ خوف طوالت سے عبارات نہیں لکھیں۔ البتہ کسی کو شبہ ہو تو دکھائی جاسکتی ہیں۔

سوال۔ (۳) ابن عابدین علیہ الرحمۃ نے تو رقص یعنی ناچنے کو حرام قرار

دیا ہے جیسا کہ ان کی کتابوں سے ثابت ہے۔

جواب۔ انہوں نے اگرچہ منع کیا ہے لیکن یاد رہے کہ جس رقص کو انہوں

نے حرام قرار دیا ہے وہ جھوٹے اور جعلی صوفیاء کا رقص ہے۔ یا ایسا رقص کہ جو

شہواتِ نفسانی میں ہیجان پیدا کرے۔ اس کو حرام و منع فرمایا ہے۔ سچے صوفیاء

کرام جو معرفتِ خداوندی سے اسرار اور واصلیں ہیں ان کے رقص و وجد کو انہوں نے

حرام و منع نہیں فرمایا۔ ابن عابدین کے مجموعہ رسائل کا ۱۷۲، ۱۷۳ صفحہ نکال کر

شفاء العلیل کا مطالعہ فرمانے سے وہم دور ہو سکتا ہے۔ (ذرا مطالعہ فرمائیے)

سوال۔ (۴) کیا نماز کی حالت میں اپنے جسم کو ہلانا اور حرکت دینا جائز

ہے اور کیا صحابہ کرام سے یہ ثابت ہے؟

جواب۔ کسی کیفیت کے وارد ہونے کی صورت میں جسم کو ہلانا اور جسم کا

حرکت کرنا بے شک صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ

ج ۸ ص ۶ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابوارا کہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ

کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی جب وہ اپنی دائیں طرف پھرے تو رک گئے جب

سورج نیرے کے برابر آیا تو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر اپنا دستِ اقدس

الٹا کر فرمایا کہ اللہ کی قسم میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دیکھا ہے۔ آج میں ان

سے کچھ مشابہت نہیں دیکھتا۔ وہ خالی ہاتھ بکھرے ہوئے بالوں اور گرد آلود

چہروں کے ساتھ صبح کرتے تھے، کتاب اللہ کی تلاوت کرتے، اپنے قدموں اور

پیشانیوں کے درمیانے حصے کو حرکت دیتے۔ جب صبح ہوتی تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے ایسے حرکت کرتے جیسے ہوا والے دن درخت حرکت کرتا ہے، ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے، خدا کی قسم ان کے کپڑے بھاری ہو جاتے۔ اسی طرح حلیہ الاولیاء ص ۳۷ جلد اول میں بھی مذکور ہے۔

ذکر میں سر شمار ہو کر جسم کا حرکت کرنا ایک اچھا عمل ہے۔ اور شرعاً جائز ہے امام احمد علیہ الرحمۃ نے اپنی مسند میں صحیح حدیث نقل کی ہے۔

(حدیث) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب شی حضور ﷺ کے سامنے رقص کرتے تھے۔ اور اپنی زبان سے یہ کہتے تھے کہ محمد عبد صالح، لیکن آپ نے ان کو دیکھ کر منع نہیں فرمایا۔ جو اپنی کیفیت کے پیدا ہونے کی صورت میں رقص و وجد کے جواز کی دلیل ہے۔

سوال۔ (۵) نماز کے اندر وجد حقیقی کے بعد جسم کا حرکت کرنا اور منہ سے آوازیں نکالنا دونوں ہاتھوں سے تالی کی صورت اختیار کرنا، چیخنا، چلانا، اور ہاھو وغیرہ کی صورت میں نماز ٹوٹ جاتی ہے لہذا ایسا کرنا منع و ناجائز ہے بلکہ آداب مسجد کے منافی ہے اور عمل کثیر ہے جو کہ مفسدِ صلوٰۃ ہے۔

جواب۔ قارئین گزارش ہے کہ اگر نماز کے اندر مذکورہ بالا امور کا پایا جانا انوار و تجلیات اور دیگر ایسی ہی کیفیت کی وجہ سے ہوا ہے۔ جو انسان کو ایسی حرکات پر مجبور کر دیتی ہیں تو اس صورت میں وہ شخص مغلوب الحال ہو جاتا ہے۔ اور مغلوب الحال کی نہ نماز فاسد ہوتی اور ٹوٹی ہے نہ ہی وضو۔ اور نہ ہی نماز مکروہ ہوتی

ہے۔ کیونکہ یہ روح نماز کی علامات ہیں بلکہ اصل نماز ہی یہی ہے۔ رکعی نمازوں میں ایسی کیفیات وارد نہیں ہوتیں یہ کیفیات اصلی نمازوں میں ہی وارد ہوتی ہیں۔ جن لوگوں پر خشوع و خضوع طاری ہوتا ہے تو ان کی کیفیت بدل جاتی ہے۔ نیز سوال (۴) میں صحابہ کرام کے متعلق جواب ثابت ہو چکا ہے۔

نوٹ: نماز کے اندر وجد کیفیت کے جواز اور نماز نہ ٹوٹنے کے متعلق ایک اہم عبارت فقہ حنفی کی معتبر و مستند کتاب ہدایہ شریف سے نقل کی جاتی ہے ملاحظہ ہو اور اس کے علاوہ بھی چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) ہدایہ جلد اول ص ۳۵ میں فرماتے ہیں کہ فان فیہا او تاوہ ابنکی فارتفع بکاوہ (اے حاصل منہ الحروف) فان کان (اے کل ذلك) من ذکر الجنۃ و النار لم یقطعہا لانہ یدل علی زیادۃ الخشوع وان کان من وجع او مصیبة قطعہا لان فیہا اظہار الجزع و التأسف فکان من کلام الناس

(ترجمہ) اگر نمازی نے نماز میں آہ یا اوہ کہا یا ایسا رویا کہ آواز بلند ہوگئی یعنی رونے سے حروف بھی حاصل ہو جائیں۔ تو اگر یہ رونا وغیرہ جنت یا دوزخ کے ذکر کی وجہ سے ہو تو نماز کو نہیں توڑے گا کیونکہ یہ خشوع و عاجزی کی زیادتی کی وجہ سے ہے۔ اور اگر جسمانی درد یا کسی اور مصیبت کی وجہ سے رویا یا آہ، اوہ کیا یہ نماز کو توڑ دے گا۔ کیونکہ اس میں جزع اور افسوس کا اظہار ہے۔ اس لئے یہ لوگوں کے کلام سے ہوگا۔

(۲) اسی طرح فقہ حنفی کی معتبر ترین اور مشہور زمانہ کتاب بحر الرائق میں ہے

یعنی جو پچھ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے اس سے بھی زیادہ مفصل طور پر علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے اختصار کے پیش نظر عبارت نقل کرنے سے گریز کیا ہے اور حوالہ پر ہی اکتفا کیا ہے۔

نیز ایک بات جو بحر الرائق نے زائد لکھی ہے وہ یہ ہے کہ ولو صرح بہما

فقال اللهم انی اسئلك الجنة واخوذ بک من النار لم تفسد صلاتہ

(ترجمہ) اگر نمازی نماز کی حالت میں صراحتاً مذکورہ بالا جملے کہ لیتا ہے تو

نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ یہ خشوع و عاجزی کی زیادت پر دلالت کرتے ہیں اور

خشوع و خضوع کی زیادت کی وجہ سے ہیں۔

(۳) فتاویٰ تاتار خانہ ج ۱ ص ۵۷۹ میں علامہ علاء

الانصاری فرماتے ہیں کہ فان کان من ذکر الجنة او النار فصلاتہ

تامتہ عند ابی حنفیہ و محمد و فی الخنفہ فحصل له حروف

یعنی اگر آہ، اوہ کہنا یا بلند آواز سے نماز میں رونا یا جنت یا دوزخ کے ذکر کی

وجہ سے ہو تو خواہ حروف بھی حاصل ہو جائیں تو بھی امام اعظم ابو حنفیہ اور امام محمد

کے نزدیک نماز تام و کامل ہے۔ یعنی نہیں ٹوٹی۔ (فتاویٰ تاتار خانہ ۱ ص ۵۷۹)

(۴) اس طرح فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۱۰۰ میں بھی لکھا ہے۔

(۵) اور اسی طرح فتاویٰ بزازیہ علی ہاشم عالمگیر جلد اول ص ۱۳۲ پر بھی

موجود ہے۔

(۶) الانین والتاوه والتافيف وابكساء اذا شملت على
 حروف مسموعته فانها تبطل الصلوة الا اذا كانت من خشيته الله
 او من مرض بحيث لا يستطيع وهذا لحكم متفق عليه بين
 الحنفية و الحناهلته و بين المالكيته في سئلته الخشيته فقهه على
 مذاهب الاربعته (جلداول ص ۳۰۰)

یعنی نماز کی حالت میں نمازی کا آہ، اوہ اور اُف کہنا اور اس طرح رونا کہ
 حروف نے جائیں تو اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر یہ روتا آہ اوہ یا
 اف کہنا اللہ تعالیٰ کے خوف و خشیت کی وجہ سے ہو یا کسی ایسی بیماری کی وجہ سے ہو
 جس پر یہ کنٹرول و قابو نہیں رکھ سکتا تو پھر نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور حکم احناف و حنابلہ و
 مالکیہ کا اتفاق ہے۔

(۷) اسی طرح علامہ شیخ احمد طحاوی حاشیہ الطحاوی علی مرقی الفلاح ص
 ۱۷۴ میں فرماتے ہیں کہ الوجد له مراتب و بعضہہ بسلب الاختیار فلا وجہ لمطلق
 الانکار و فی التارخانیۃ ما یدل علی جوازہ للغیوب الذی حرکاتہ حرکات المرئش اہ یعنی
 وجد کی کئی اقسام ہیں۔ اور بعض اقسام ایسی ہوتی ہیں۔ جو اختیار کو سلب کر لیتی
 ہیں۔ لہذا مطلقاً انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں لکھا ہے کہ
 مغلوب الحال سالک جس کی حرکات مرئش کی حرکات جیسی ہوتی ہیں۔ اور غیر
 اختیاری ہوتی ہیں اس کے لئے نماز کے اندر بھی یہ حالت جائز ہے اور (یہ حالت
 مفسد صلوة یعنی نماز کو توڑنے والی نہیں)

(۸) صاحب روح المعانی تفسیر روح المعانی میں تقریباً اسی طرح فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا اور نماز بھی باطل نہیں ہوتی۔

(۹) حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح ص ۸۷۸ میں بھی ایسی ہی عبارت موجود ہے جس کا مخلص یہ ہے کہ اگر خشیت الہی کے غلبہ کی وجہ سے آہ یا اوہ یا اف یا تف کہا اور حروف بھی حاصل ہو گئے تو بھی نماز نہیں ٹوٹتی۔

(۱۰) ہدایہ کی شرح فتح القدر میں بھی یہی کچھ فرمایا گیا ہے۔ الغرض ان جس عدد حوالہ کتبہ فقہ اور روح المعانی کے حوالہ سے بالکل واضح ہو گیا ہے کہ نمازی کو اگر نماز کی حالت میں وجد ہو جائے اور وہ وجد کی کیفیات میں سرشار ہو جائے اور مغلوب الحال ہو جائے اور منہ سے 'ہا' ہو کی آوازیں نکل جائیں یا چیخے چلائے یا مرتعش کی طرح حرکتیں کرے۔ جسم کو ہلائے ہاتھ کھل جائیں اور تالی کی شکل بن جائے تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی اور نہ ہی وضو ٹوٹتا ہے۔ فقہاء احناف علیہم الرحمۃ والرضوان نے بلند آواز سے رونے اور آہ یا اوہ یا اف وغیرہ نماز کے اندر کہنے سے نماز فاسد نہ ہونے کی جو علت خشیت الہی خوف خداوندی، خشوع و خضوع میں زیادتی بتائی ہے وہ علت جب بھی پائی جائے گی اور جہاں بھی پائی جائے گی تو وہاں ہی معلول یعنی حکم بھی پایا جائے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ علت تو پائی جائے مگر معلول نہ پایا جائے۔ معلول کا تخلف علت سے جائز نہیں ہے۔ اسی لئے فقہاء احناف جہاں دیکھتے ہیں کہ فلاں فعل نمازی سے خشیت الہی اور خشوع کی وجہ سے پایا گیا ہے تو وہاں ہی یہ حکم لگا دیتے ہیں کہ نماز فاسد نہیں ہوتی۔

لہذا ہمارے سلسلہ عالیہ مجددیہ سیفیہ کے مریدوں میں نماز کی حالت میں جو مذکورہ بالا حرکات و افعال پائے جاتے ہیں۔ ان کی علت بھی خشیتِ الہی، خوفِ خدا اور خشوع کا غلبہ ہوتا ہے۔ لہذا یہ حکم یہاں بھی لگے گا کہ نہ تو نماز ہی فاسد ہوتی ہے اور نہ ہی وضو ٹوٹتا ہے۔ اگرچہ بے شمار حوالہ جات مزید پیش کئے جاسکتے ہیں بوقت ضرورت لیکن فی الحال خوف طوالت سے یہاں دس عدد حوالہ جات پراکتفا کرتے ہیں۔ اب اسی مسئلہ کے متعلق ذرا تفسیر روح المعانی ملاحظہ کریں۔

یہ عبارت ملاحظہ کر لیں جو ایمان پگھلوتا زہ کر دیتی ہے۔ جس کا ایک ایک لفظ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کے موجودہ طریقہ کی تائید کرتا ہے۔ اور جس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ہمارے سلسلہ کے اس طریقہ کو جو لوگ نئی اختراع یا نئی ایجاد قرار دیتے ہیں وہ دراصل بے خبر ہیں یا غفلت کا شکار ہیں۔ یا پھر تجاہلِ عارفانہ سے کام چلاتے ہیں اور یا پھر تعصب و عناد کی پٹی آنکھوں پر باندھ رکھی ہے۔ ان کو چاہئے کہ یہ پٹی آنکھوں سے اتار کر مذکورہ حوالہ جات دیکھیں۔ اور آقا کا مطالعہ فرمائیں اور فقہہ کو سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔ محض لکیر کا فقیر نہ بنیں علماء دین کے شایانِ شان لکیر کا فقیر بننا نہیں ہے۔

بد برآں (حوالہ نمبر ۱۱) علامہ آلوسی بغدادی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے

ہیں۔

۱۔ ار موسیٰ قومہ سبعین رجلا عن اشراف قومہ و نجباء

ہم اہل ا۔۔ عداد و الصفاء و الارادة و الطلب و السلوك فلما

اخذتهم الرجفته ای رجفته البدن التي هي من مبادئ حقيقته الفناء
 عند طريان بوارق الانوار وظهور طوابع لتجليات والصفات من
 اقشعرار الجسد وارتقاده وكثيرا ما تعرض هذه الحركة
 السالكين عند الذكر او سماع القران او ما يتاثرون به حتى تتفرق
 اعضاءهم وقرشا هذا ذلك في صلاتهم عياح معه (الى ان
 قال) وقد كثر الانكار عليهم وسمت بعض المكربين يقولون ان
 كانت هذه الحالات مع الشهود والعقل فهي سوء ادب ومبطلته
 للصلوة قطعا وان كانت مع علم شعور وزوال عقل فهي ناقضته
 للونسيوء ونراهم لا يتوفنون واجيب بانها غير اختيارية مع
 وجود العقل والشعور وهي كالعطلس والسعال ومن ههنا
 لا يتقضى الوضوء بل ولا تبطل الصلوة (الى ان قال) فلا يبعد ان
 يلحق ما يحصل من آثار التجليات الغير الاختيارية باذكار
 ولا يلزم من كونه غير اختياري كونه صادرا من غير شعور فان
 حر كته المرتعش غير اختياريته مع الشعور بها

(الخ روح المعاني جلد سوم، ص ۸۶ الجزء التاسع)

(ترجمہ) موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں سے ستر (۷۰) نجباء اور شرفاء

کو چنا جو اس قدر صفاء ارادت اور طلب و سلوک والے تھے کہ جب ان کے بدن
 کو ریفہ یعنی کپکپی نے پکڑا جو حقیقہ الفناء کے مبادیات سے ہے جب انوار

تجلیات کی تجلیاں وارد ہوتی ہیں اور تجلیات صفات کا ظہور ہوتا ہے۔ جیسے جسم پر کپکپی اور ارتعاد کا طریان ہے۔ اور بہت دفعہ یہ حرکت سالکین کو عارض ہوتی ہے۔ ذکر کے وقت یا قرآن کے سماع کے وقت یا اس چیز کے سننے کے وقت جو سامعین کو متاثر کرتی ہے۔ مثلاً (نعت خوانی وغیرہ) یہاں تک کہ ان کے اعضاء جسمانی بکھرنے لگتے ہیں یا قریب ہوتا ہے کہ ان کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور ایسی حالت کا مشاہدہ ہم نے حضرت نوالد علیہ الرحمۃ کے پیروکاروں میں کیا ہے۔ یا سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے سالکین میں اور بسا اوقات ان کو نماز کے اندر چیخ و پکار کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ (یہاں تک کہا کہ) ان پر انکار بھی مکثراً کیا گیا ہے اور میں نے بعض منکرین سے سنا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ حالت عقل و شعور کے ہوتے ہوئے تو پھر یہ سوء ادب بھی ہے اور نماز کو باطل بھی کر دیتی ہے۔ اور اگر یہ حالت عقل و شعور کے زوال کے بعد ہوئی تو پھر یہ ضو کو توڑنے والی ہے۔ مگر ہم ان کو دیکھتے ہیں کہ یہ وضو نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ حالت باوجود عقل و شعور کے قائم رہنے کے غیر اختیاری ہے جیسے چھینک اور جمائی انسان کو آتی ہے۔ عقل و شعور موجود ہوتے ہوئے بھی یہ غیر اختیاری ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے نہ وضو ٹوٹتا ہے نہ نماز اور بعض شوافع نے نصاً فرمایا ہے کہ نمازی پر اگر نماز میں ضحک (یعنی کھل کر ہنسا غالب) ہو جائے تو نماز باطل نہ ہوگی اور اس نمازی کو معذور قرار دیا جائے گا لہذا بعید نہیں کہ تجلیات غیر اختیاریہ سے حاصل ہونے والے غیر اختیاری ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ

وہ عقل و شعور کے بغیر ہو۔ کیونکہ مرتعش کی حرکت باوجود شعور کے غیر اختیاری ہے اور یہ ظاہر ہے لہذا کوئی معنی نہیں انکار کا اور نہ کوئی وجہ ہے انکار کی۔ (ملاحظہ ہو روح المعانی ج سوم ص ۸۶۹)

سوال۔ صاحب روح المعانی نے اس مذکورہ ص ۸۶ پر یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت خالد علیہ الرحمۃ اپنے مریدوں کو ایسی صورت میں وضو کرنے اور نماز نئے سرے سے پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسی کیفیت کے ورود کے بعد وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے اور نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت خالد وضو کرنے اور نماز کے اعادہ کا حکم نہ فرماتے۔ لہذا یہ عبارت تمہارے خلاف ہے۔

جواب۔ اس عبارت میں یہ جملہ موجود ہے کہ سدّ الباب الانکار حضرت خالد علیہ الرحمۃ اس وجہ سے وضو اور نماز کے اعادہ کا حکم نہ دیتے تھے کہ وضو اور نماز فاسد ہو گئے ہیں یا ٹوٹ گئے ہیں بلکہ منکرین کے انکار کا دروازہ بند کرنے کے لئے ایسا حکم دیتے تھے یعنی یہ اعادہ کا حکم احتیاطی تدبیر کے طور پر تھا شرعی حکم کے طور پر نہ تھا۔ لہذا وضو اور نماز کے ٹوٹنے کا نتیجہ نکالنا باطل و مردود ہے۔

سوال۔ روح المعانی کے مذکورہ ص ۸۶ میں یہ عبارت بھی موجود ہے جو تمہارے خلاف ہے کہ والحق ان ما یصتری هذه الطائفة غیر ناقض الوضو لعلم زوال العقل معہ ولكن مبطل للصلوة ہاضیہ من اصیاح الذی ینظر بہ حرفان مع امور تاباھا الصلوۃ

یعنی حق یہ ہے کہ صوفیاء و سالکین کے اس گروہ پر جو کیفیت طاری ہوتی ہے وہ ناقص وضو نہیں یعنی وضو کو نہیں توڑتی کیونکہ اس حالت میں عقل زائل نہیں ہوتی لیکن یہ کیفیت نماز کو باطل کرتی ہے کیونکہ اس میں وہ چیخ و پکار ہوتی ہے جس میں دو حرف ظاہر ہوتے ہیں باوجود مزید چند ایسے امور کے جو نماز کے لائق نہیں۔

جواب۔ اس عبارت میں جس صیاح و چیخ و پکار کا ذکر ہے وہ محمول ہے اس صورت پر جب یہ صیاح و چیخ و پکار خشوع و خضوع اور خشیتِ الہی کی وجہ سے نہ ہو بلکہ کسی دنیاوی مصیبت و تکلیف کی وجہ سے ہو۔ جیسا کہ سابقہ صفحات میں کتب فقہ حنفی کے معنی حوالہ جات سے اس کی تفصیل گزر چکی ہے لیکن اگر یہ چیخ و پکار محض خشیتِ الہی اور خشوع و خضوع کی وجہ سے ہو تو پھر نماز باطل نہیں جیسا کہ ہدایہ اور فتح القدیر و دیگر معتبرات سے نقل کر دیا گیا ہے گذشتہ صفحات میں۔

سوال۔ ذکر کا یہ طریقہ اختراعی اور من گھڑت ہے جو اپنی ہیئت کذائی کے ساتھ نہ قرآن سے ثابت ہے کہ نہ کسی حدیث سے نہ بزرگان دین سے لہذا یہ جائز نہیں ہے۔

جواب۔ یہ جاہلانہ اور احمقانہ سوال ہے بلکہ سوال کرنے والے کی ذہنی کیفیت کا پتا دیتا ہے کہ یہ شخص بھی وہابیت زدہ ہے۔ تحقیق جواب تو یہ ہے کہ کسی چیز یا کسی امر و فعل کا صراحتہ قرآن و حدیث و کتب فقہ میں ہی نہ ہونا اس کے عدم جواز یا اس کے اختراعی ہونے کی دلیل نہیں ہے کیونکہ ایک وجود خارجی

ہے اور ایک وجود شرعی ہے اگرچہ یہ طریقہ وجود خارجی کے ساتھ موجود نہیں ہے مگر وجود شرعی کے ساتھ موجود ہے یعنی شرعی جواز موجود خارجی کے ساتھ موجود ہے کیونکہ (فاذ کرو اللہ قیاماً وعوداً علی جنوکم الآیۃ اور فاذ کرو دنیا لآیۃ مطلق ہیں۔ کیفیت ذکر مذکور نہیں ہے کہ کن الفاظ سے ذکر کریں کس طریقہ سے کریں۔ اور قاعدہ مشہور ہے المطلق یجری علی اطلاقہ الخ۔ یعنی مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے اور خبر واحد حدیث صحیح سے بھی اس کو مقید نہیں کر سکتے تو پھر محض منکرین کی آراء اور قیاسات فاسدہ سے کیونکر مقید ہو سکتا ہے۔ اطلاق اور عموم بتلاتا ہے کہ ذکر الہی ہر طریقہ سے جائز ہے خواہ وہ طریقہ کوئی بھی ہو پھر حدیث صحیح ہے، مسلم شریف اور مشکوٰۃ کی کہ من سن فی الاسلام سنتہ حسنتہ اور اس من کے عموم میں قیامت تک کے ایجاد کنندگان داخل ہیں اور سنتہ حسنتہ میں ذکر کے ہر نئے اور جدید طریقہ کو شامل ہے۔ امام نووی شارح مسلم نے شرح میں عبادت کے ہر نئے طریقہ کو بھی داخل قرار دیا ہے۔ سنتہ حسنتہ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف ص ۳۳، کتاب العلم بھی موجود ہے۔

اور الزامی جواب یہ ہے کہ بالغرض اگر ذکر کا یہ طریقہ نیا اور جدید ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے تو پھر محفل میلاد جلوس میلاد ختم گیارہویں عرس شریف بلکہ تمام معمولات اہلسنت تقریباً ناجائز قرار پائیں گے بلکہ تقلید شخصی بھی ناجائز قرار پائے گی کیونکہ یہ مذکور بالا صراحتہ نہ قرآن سے ثابت ہیں نہ حدیث سے ثابت ہے کیا ان تمام امور کو بھی آپ ناجائز اختراعی من گھڑت قرار دیتے ہیں فنا

ہو جو ابکم فہو جو ابنا۔

سوال۔ تمہارے اس سلسلہ میں تمہارے پیرومرشد بیعت کرنے کے بعد مریدوں کو نوافل پڑھنے اور تلاوت قرآن و دیگر تسبیحات و تحلیلات سے منع کرتے ہیں جو سراسر خلاف شرع ہے۔

جواب۔ یہ منع کرنا ممانعت شرعی نہیں ہے بلکہ یہ منع کرنا مصلحت ہے تاکہ اسم جلال کے ذکر کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت مل جائے اور ابق جلدی پختہ ہو جائے تاکہ سلوک کا اگلا سبق دیا جاسکے جیسے خداوند قدوس نے جناب آدم و حوا علیہما السلام کو لا تقر باہذا الشجرۃ فرما کر منع فرمایا تھا تو یہ بھی تحریمی نہ تھی بلکہ تشفی تھی اور جیسے ڈاکٹر یا طبیب و کلیم مریض کی تشخیص کے بعد نسخہ تجویز کرتا ہے اور ساتھ ہی پرہیز بتاتے ہوئے کہتا ہے فلاں چیز بھی نہ کھانا اور فلاں چیز بھی نہ کھانا تو اس کو بعض خوردنی اشیاء سے روکنا شرعاً نہیں ہوتا بلکہ مصلحتاً اور شفقتاً ہوتا ہے۔ اسی طرح یہاں مرشد کا منع کرنا نوافل وغیرہ سے یہ بھی شرعی نہیں بلکہ تشفی ہے اور مصلحت ہے اور ماضی ہے جب چھٹا سبق دیتے ہیں تو ساتھ ہی نوافل وغیرہ کی اجازت بھی ہو جاتی ہے یہ اعتراض باطل و مردود ہے۔

نوٹ: یہ طریقہ ذکر اشارۃً اس کا جواز اور مروج ہونا روح المعانی کی منقولہ بالا عبارت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خالد علیہ الرحمۃ کے مریدین پر کیفیت کا ورود ہوتا تو وہ چیختے اور چلاتے تھے اور منکرین اعتراض کرتے تھے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے پھر یہ کہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقات شرح مشکوٰۃ

ج ۵ ص ۶۳ میں فرماتے ہیں کہ ثم قال ولا امر بتجد العارفين وارباب القلوب واليقين يتاثر منها على سائر الاذكار لما راوا فيها خواص ليس الطريق الى معرفتها الا الوجلين والذوق۔ یعنی امام غزالی فرماتے ہیں کہ کلمہ طیبہ کا ذکر اس لئے بھی افضل ذکر ہے کیونکہ عارفین اور ارباب قلوب وارباب یقین اس کے ذکر کو تمام اذکار پر ترجیح دیتے ہیں کیونکہ انہوں نے اس کلمہ طیبہ میں وہ خواص یعنی خصوصیات پائی ہیں جن کی معرفت کی طرف سوائے وجدان اور ذوق کے اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ الخ

پھر ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ سید علی ابن میمون المغربی نے جب شیخ علوان جموی اس اپنا تصرف دکھایا جو کہ مفتی بھی تھے اور مدرس بھی تو حضرت میمون نے شیخ علوان جموی کو فتویٰ نویسی اور تدریس سے منع کر دیا اور ذکر میں لگا دیا تو جھلاء زمانہ نے طعن و تشیع شروع کر دی اور کہنا شروع کر دیا کہ میمون نے شیخ الاسلام کو گمراہ کر دیا ہے اور مخلوق کو نفع دینے سے منع کر دیا ہے اور بلکہ جب حضرت میمون مغربی کو معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام کبھی کبھی تلاوت قرآن کرتا ہے تو اس سے بھی منع کر دیا تو لوگوں نے حضرت میمون مغربی کے متعلق کہا یہ زندیق اور بے دین لوگوں کو تلاوت قرآن سے روکتا ہے جو ایمان کا قطب ہے اور ایقان کا غوث ہے۔ لیکن اس کے باوجود مفتی اور مدرس اور شیخ الاسلام نے اپنے مرشد کی پیروی کی۔ حکم کی تعمیل کی یہاں تک کہ ان کو پیر و مرشد سے مزید فیض حاصل ہوا۔ اور دل کا آئینہ صاف و شفاف ہو گیا اور باری تعالیٰ کا مشاہدہ بھی

حاصل ہو گیا۔ تو اب مرشد نے ان کو تلاوت قرآن کی اجازت دی اب اجازت کے بعد جب قرآن کھول کر پڑھنا شروع کیا تو فتوحات ازلیہ اور ابدیہ کھلنے لگیں اور معارف و عوارف کے خزانے ظاہری اور باطنی حاصل ہوئے تو مرشد نے فرمایا کہ میں نے تم کو تلاوت سے اسی لئے ورکا تھا تا کہ سلوک کی منزلیں طے کرنے کے بعد تمہیں یہ خزانے حاصل ہو سکیں۔

اس واقعہ سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں:

(۱) یہ کہ ہمارے سیفی حضرات کا طریقہ ذکر دسویں صدی میں بھی موجود تھا جس کا ذکر دسویں صدی کے مجدد ملا علی قاری کر رہے ہیں۔

(۲) یہ کہ اس دسویں صدی میں بھی ایسے اللہ کے مقبول اور کامل بندے تھے جو اپنے مریدوں پر بعض پابندیاں لگاتے تھے اور ان کو نقلی عبادت سے کچھ وقت کے لئے منع کر دیتے تھے۔ حتیٰ کہ تلاوت قرآن جیسی عبادت سے بھی منع کرتے تھے عارضی طور پر۔

(۳) دسویں صدی میں بھی ایسے اللہ والوں پر اعتراض کرنے والے طعن و تشنیع کرنے والے موجود تھے جو ان کو زندیق و بیدین کہا کرتے تھے اور گمراہ قرار دیتے تھے۔ اور خلاف شرع امور کا مرتکب ٹھہراتے تھے۔ جیسا کہ آج کل حضرت اخوندزادہ مبارک دامت برکاتہم العالیہ پر پیر محمد چشتی اور اس کے رفقاء اعتراض کرتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب کو جادو گر، مخالف شرع، گمراہ قرار دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ من ذالک الخرافات اس زور کے اعتراض کرنے والے

حضرت میمون مغربی اور ان کے مرید مفتی و مدرس و شیخ الاسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکے تو آج کے معترضین و منکرین قیوم زمان اور ان کے مریدین کا بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

والناس فیما یعشقون مذاہب

عمل کثیری کی بحث

فقہاء کرام نے عمل کثیری کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔

(۱) یہ کہ جو عمل دونوں ہاتھوں سے لیا جائے وہ عمل کثیر ہے۔

(۲) نماز میں اس حال میں ہو کہ دیکھنے والا یہ یقین کر لے کہ یہ

نماز میں نہیں ہے۔

(۳) یہ کہ خود نماز ٹھننے والا اگر کثیر سمجھے تو عمل کثیر ورنہ نہیں۔

منقول از ہدایہ ص ۱۳۸ حاشیہ ۱ بحوالہ فتح القدر۔ کوئی تعریف بھی ہو بہر

حال عمل کثیر اس صورت میں مفسد صلوة ہوتا ہے جب نمازی اپنے اختیار سے

کرے۔ اگر نمازی حالت نماز میں قرآت سن کر یاد و ذرخ یا جنت کا ذکر سن کر وجد

کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے یا انوار و تجلیات کے ورود کی وجہ سے بے اختیار

ہو کر عمل کثیر کا ارتکاب کر لیتا ہے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی بلکہ مکروہ بھی نہ

ہوگی کیونکہ ہر عمل اس کا غیر اختیاری ہے اور غیر اختیاری عمل کی صورت میں اس کو

کسی شرعی حکم کا مکلف قرار دینا قرآن کی نص کے خلاف ہے۔ قرآن کریم

میں ہے لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا یعنی خداوند کریم کسی انسان کو اس کی

وسعت و طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتا۔

ظاہر ہے حالت وجد میں نمازی کا اپنے اوپر اختیار نہیں رہتا لہذا اس کو عمل کثیر حکم شرعی کا پابند قرار دینا آیت مذکورہ بالا کے منافی ہے اور چونکہ سالک نمازی واردات غیر اختیار یہ کی وجہ سے معذور ہو جاتا ہے اس لئے اس کی یہ حرکات عمل کثیر کے حکم سے جیسے انفلات ریح، اور استلاق مطن اور رعاف دائم والے نمازی مستثنیٰ ہیں یعنی وہ نمازی جس کی ہوا ہر وقت چلتی رہتی ہے یا وہ کس کو عموماً پچس یا جلاب لگے رہتے ہیں یا وہ جس کی ہمیشہ نکیر جاری رہتی ہے یہ معذور ہیں۔ شرعاً اس طرح وہ شخص جو رعشہ (یعنی جسم کا ہر وقت کانپنا) کی مرض میں مبتلا ہے اس کی یہ حرکت غیر اختیاری ہے باوجود عقل و شعور کے قائم ہونے کے یہ بھی شرعاً معذور ہے ان افراد کے معذور ہونے کی حالت اور وجہ ان کا مسلوب الاختیار ہونا ہے اسی طرح یہ سالک نمازی بھی انور و تجلیات کے ورود کی وجہ سے معذور ہے اس کی حرکات و چینو پکار کی حالت بھی غیر اختیاری ہونا ہے لہذا اس سالک نمازی کا نماز میں وجد میں آنا وجد کی کیفیات کے ورود کے بعد ہلنا، حرکت کرنا، چیننا چلانا ہا، ہو وغیرہ کرنا اور تالی جیسی صورت میں ہاتھ پر ہاتھ مارنا یہ سب حرکات مسلوب الاختیار ہونے کی وجہ سے ہیں لہذا نماز نہ باطل ہوتی ہے نہ فاسد اور نہ مکروہ ہوتی ہے بلکہ اصل نماز یہی ہے جس میں روح نماز حاصل ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ سیدی یوسف العجمی کا قول نقل کرتے

ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے امام المسلوب الاختیار فهو مع ما یرد علیہ من الاسرار
 فقد یرى علی لسانہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ
 او عانا' عالاً آہ
 اللوارد فاذا لنقضی الوارد مادہ سکون من غیر تقول (انوار قدسیہ ج ۱ ص ۳۹)

(ترجمہ) یعنی جو مسلوب الاختیار ہے جب اس پر اسرار کا ورود ہوتا ہے تو
 اس کی زبان پر مذکورہ بالا الفاظ و کلام جاری ہوتے ہیں یا بغیر حرف کے آواز نکلتی
 ہے یا وہ مجبوظ الحواس ہو پاتا ہے تو ایسی صورت میں ادب کا تقاضا یہ ہے کہ
 واردات کو تسلیم کیا جائے اور جب یہ واردات کی حالت و کیفیت ختم ہو جائے تو
 ادب کا تقاضا یہ ہے کہ سکون کو اپنایا جائے اور نہ بولا جائے یہ عبارت بھی
 ہمارے سلسلہ سالک بھائیوں کی کیفیات و واردات کی تصدیق کرتی ہے اور جواز
 بھی فراہم کرتی ہے۔

سوال۔ یہ ذکر کا طریقہ جو سیفی بھائیوں نے اپنا رکھا ہے اس کا وجود نہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا اور نہ صحابہ کرام کے زمانے میں تھا پھر کیا صحابہ
 کرام کے لطائف اس طرح کیوں نہیں حرکت کرتے تھے جس طرح ان
 سیفیوں کے حرکت کرتے ہیں۔ یہ سب جھوٹ ہے بناوٹ ہے وغیرہ وغیرہ
 (العیاذ باللہ منہ)

جواب۔ قارئین کرام وجود کی دو قسمیں ایک وجود خارجی ہوتا ہے اور
 ایک شرعی وجود ہوتا ہے۔ اگر سائل و منکر کی مراد وجود خارجی ہے تو پھر بہت سی

چیزیں اور بھی ہیں جو حضور ﷺ کے عہد مبارک اور صحابہ کرام کے زمانے میں
وجود خارجی کے ساتھ موجود نہ تھیں مگر خود سائل و منکر بھی ان کو آج جائز و درست
مانتا ہے۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ شافعی امام مالک کی تقلید شخصی بھی وجود خارجی ہے۔
ساتھ عہد رسالت صحابہ میں موجود نہیں ہے کیا یہ بھی منع و اختراع ہے۔
اعتراض غیر مقلد کرتا ہے تو وہ بتائے کہ اہل حدیث کہلاتا جماعتی طور پر سیرت
کافرنس اہل حدیث کافرنس عہد صحابہ میں دور رسالت میں بہت کڑائی تھی۔
احمد بن حنبل علیہم الرحمۃ کی تقلید شخصی اپنے وجود خارجی کے ساتھ نہ عہد رسالت
میں ہے نہ عہد صحابہ میں ملتی ہے مگر باوجود اس کے سائل و منکر اس کو وہ درست
نہیں واجب قرار دیتا ہے۔ اسی طرح موجودہ دور کی محفل میلاد، مجلس میلاد، جلہ
میلاد اور سلام مع القیام بعد الجمعة یا بعد المجلس اور اذان کے بعد صلاۃ و سلام
نماز کے بعد صلوٰۃ و سلام یا عرس مشائخ کرام صحیح کڈائی بھی وجود خارجی
ساتھ عہد رسالت و عہد صحابہ میں موجود نہیں ہے۔ مگر بایں ہمہ اس کا
استحباب اہلسنت کے ہاں مسلم ہے نما ہو جو بکم فہو جو ابنا

اور اگر سائل و منکر کی مراد وجود شرعی ہے تو پھر ذکر پاک پر دلالت کر
والی آیات و احادیث کا اطلاق و عموم اس صورت ذکر کے جواز و استحباب کو
شامل ہے جو اس صورت ذکر کو منع قرار دیتا ہے۔ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ
منع پیش کرے دلیل ایسی ہو جو آیات قرآنیہ کے اطلاق کو مقید اور عموم کی تخصیص
کر سکتی ہو اور ایسی دلیل پیش کرنا ان منکرین کے بس کی بات نہیں۔ انشاء

تعالیٰ تا قیامت ایسی دلیل منکر پیش نہیں کر سکتے۔ کوشش کر کے دیکھ لیں۔

رہا یہ کہنا کہ کیا کسی حدیث سے صحابہ کرام کے لطائف کا اسی طرح حرکت کرنا اور اس طرح نماز میں وجد کرنا اور چٹخنا و پکارنا ثابت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی صحبت کی برکت سے صحابہ کرام کو اپنے اوپر اور لطائف پر کنٹرول حاصل تھا۔ آج بھی جس کا اپنے اوپر کنٹرول ہے اس کے لطائف کا متحرک ہونا کب واجب و لازم ہے ہو سکتا ہے کہ سالک تو ہو مگر لطائف باوجود ذاکر ہونے کے حرکت نہ کرتے ہوں۔

سوال۔ کیا حضور ﷺ اور صحابہ کرام اور تابعین سے بھی ذکر کے وقت وجد و جذب کی کیفیت طریان و جریان اور لطائف کی حرکت و اضطراب ثابت ہے اور کیا بوقت ذکر جو ہاتھ سے کسی سالک کے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہیں یا ہاتھ سینے پر مارتے ہیں یہ حضور ﷺ سے یا کسی صحابی وغیرہ سے ثابت ہے۔

جواب۔ ہاں بے شک حضور ﷺ اور بعض صحابہ و بعض تابعین سے وجد و جذب کی اضطرابی کیفیت ثابت ہے ملاحظہ مدیث

(۱) عن انس بن مالك انا عند رسول الله ﷺ اذا نزل جبريل عليه السلام فقال يا رسول الله ﷺ ان فقراء استك يدخلون الجنة قبل الاغنيا و نصف بهم وهو خمس مائه عام ففرح رسول الله ﷺ وقال افيكم من ينشرنا فقال بدوي انا يا رسول الله ﷺ فقل هابت فانشد البدوي شعر قد لسعت حمته

الهوى كبرى خلا طيب لها ولا راق الا الحبيب الذى شفقت به
 عنده اقيتى وترى اقي فتواجد رسول الله ﷺ وتواجد الاصحاب
 معه حتى الهوى كبرى خلا طيب لها ولا راق الا الحبيب الذى
 شفقت به عنده اقيتى وترى اقي فتواجد رسول الله ﷺ وتواجد
 الاصحاب معه حتى سقط رداءه عن منعكبه فلما فرغوا اوى كل
 واحد منهم الى مكانه قال معاوية بن سفيان ما احسن لعبكم يا
 رسول الله فقال مهه يا معاوية ليس بكريم من لم يهتز عند ذكر
 الحبيب ثم قسم رداء رسول ﷺ بين من حاضرهم باربع مائه
 قطعات (بحواله حجة السالكين ص ۱۳۹ مطبوعه حاجى عبدالغفور)
 رساله چہل حدیث مولفہ امام عمر بن سعید علیہ الرحمۃ حدیث نمبر ۴ کے
 حوالے سے مولوی عبدالشکور صاحب حنفی قادری نقشبندی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے
 ترجمہ ہے۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت
 میں حاضر تھے کہ اچانک جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کی
 یا رسول اللہ ﷺ آپ کی امت کے غربا امراء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں
 داخل ہوں گے یہ سن کر حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کیا تم میں کوئی ایسا
 ہے جو (خوشی کے اس موقع پر) ہم کو شعر سنائے اس پر ایک دیہاتی نے عرض کی یا
 رسول اللہ میں سناؤں گا۔ آپ نے فرمایا سناؤ بدوی نے یہ شعر سنائے۔ میرے جگر

(محبوب) کی خواہش کے سانپ نے ڈس لیا ہے جس کے لئے نہ تو کوئی
 طبیب ہے نہ جہار پھونک کرنے والا ہے مگر وہ حبیب ہی (اس کا علاج کر سکتا
 ہے) جس کی محبت سے فریفتہ ہوں اسی کے پاس میرے لئے تعویذ بھی ہے اور
 ریاق بھی۔ یہ اشعار سن کر حضور ﷺ اور صحابہ پر وجد طاری ہو گیا ہر ایک اپنی جگہ
 سے ہٹ گیا اور حضور کے کندھے مبارک سے چادر بھی گر گئی پھر جب وجد
 جذب کی کیفیت ختم ہوئی تو ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر چلا گیا تو حضرت امیر معاویہ
 نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کتنا ہی اچھا کھیل ہے آپ لوگوں کا تو حضور ﷺ نے
 مایا اے معاویہ ایسا مت کہو کھیل نہیں (یعنی اس خاص کیفیت کو کھیل نہ کہو) یہ
 محبوب کی یاد سے جنبش و حرکت تھی اور جو شخص اپنے محبوب کا ذکر سن کر حرکت
 و جنبش میں نہ آئے وہ کریم و بزرگ نہیں ہے پھر آپ کی چادر کے چار سو ٹکڑے کر
 کے حاضرین میں تقسیم کئے گئے (تبرکاً)

اس روایت سے نعت خوانی، شعر و اشعار، سننے اور سنانے اور وجد و جذب
 کی کیفیت کے طاری ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ حضور پر اور صحابہ کرام پر وجد طاری
 ہوا، سب اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر اپنی اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ آپ کے کندھے
 مبارک سے چادر بھی گر گئی۔ امیر معاویہ نے اس کو کھیل سے تشبیہ دی تو حضور نے
 اس کو ناپسند فرمایا کہ اس کو کھیل مت کہو۔ اور فرمایا کہ جو شخص محبوب کا ذکر سن کر وجد
 و جذب میں آ کر جنبش و حرکت نہیں کرتا وہ بزرگ نہیں ہو سکتا یعنی کبھی بھی اس کو
 وجد و جذب کی کیفیت لاحق نہیں ہوتی اور کسی قسم کی حرکت نہیں کرتا۔

(۲) صحابہ کا وجد و جذب کی کیفیت میں مبتلا ہونا اور تابعین کا ایسی کیفیت میں مبتلا ہونا بے ہوش ہو جانا بے اختیار اضطراری کیفیت میں مبتلا ہونا بھی درج ذیل کتابوں کے درج ذیل صفحات سے ثابت ہے۔ احیاء العلوم ۲، ص ۲۹۷

(۳) بلکہ بعض کا وفات پانا بھی ثابت ہے جامع ترمذی میں قاضی بصرہ حضرت زراہ بن روض تابعی کا فوت ہونا مروی ہے اور تحفۃ الاحوذی ج ۲، ص ۵۲۴ میں مرید حضرات کے وفات پانے کے واقعات بھی موجود ہیں الحدیقۃ الندی ص ۱۰۹

(۴) حضرت میمون مہران سے مروی ہے کہ حضرت سلمان فارسی پر خوف کی وجہ سے ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ تین دن تک غائب رہے۔ پتہ ہی نہ چلا کہ کدھر چلے گئے ہیں۔ حضرت امام اعظم پر ایک آیت سن کر ایسی کیفیت طاری ہوئی جس سے آپ کا جسم حرکت کر رہا تھا کانپ رہا تھا اور یہ حرکت معلوم ہو رہی تھی۔ اگر آیات سن کر یا شعر سن کر ایسی کیفیات لاحق ہو سکتی ہیں تو ذکر پاک سے ایسا کیوں نہیں ہو سکتا۔ یعنی اسم ذات کے ذکر سے یا نفی و اثبات کے ذکر سے بھی ذکر پر انوار و تجلیات کے درود و ظہور سے وجد و جذب کی کیفیت طاری ہونا امر واقعہ ہے۔

(۵) حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سینے پر ایک ضرب لگائی تو مجھ پر ایسا حال غالب ہوا کہ میرا تمام بدن گرم ہو گیا اور میں پسینے سے شرابور ہو گیا اور میرا یہ حال تھا کہ جیسے میں خدا کو دیکھ رہا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

شریف ص ۱۸۳، تلف ص ۶۶۶)

(۶) حضور ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب سے فرمایا کہ اشبہت خلقی و خلقی تو اس خطاب کی لذت سے جعفر بن ابی طالب کھڑے ہو کر رقص کرنے لگے حضور نے منع نہیں فرمایا۔

(۷) حضرت زیدؓ سے حضور نے فرمایا انت اخونا و مولنا تم ہمارے بھائی اور دوست ہو۔ یہ سن کر انہوں نے رقص کیا وجد طاری ہوا۔ حضور نے منع نہیں فرمایا۔

(مشکوٰۃ ص ۲۹۲، باب بنو السعیر ہاشیہ ۲۰، تفسیر احمدی ص ۲۰۲، بوادر النوا در ص ۴۰۶)

(۸) شیخ عبدالقادر اسنی اشعری علیہ الرحمۃ کی کتاب دلائل الاعجاز میں حضرت کعب الاحبارؓ کا مشہور قصیدہ ہے جس کے پڑھنے کے دوران رسول ﷺ اشاروں سے لوگوں کو سننے کی طرف متوجہ فرماتے تھے۔ اور اس وقت صحابہ کرام آپ کے گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے اور آپ کبھی ایک طرف کے صحابہ کی طرف توجہ کرتے اور کبھی دوسری طرف کے صحابہ کی طرف توجہ کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ قصیدہ خوانی کے دوران صحابہ کرام پر توجہ فرماتے تھے کبھی ادھر کبھی ادھر اور صحابہ حلقہ بنا کر بیٹھتے تھے۔ اس سے موجودہ طریقہ ذکر میں اشاروں اور توجہات اور سینوں پر ہاتھ مارنا بھی ثابت ہوتا ہے اور اس سے لوگوں کے سینوں میں فیض کی وجہ سے حال و وجد کا طاری ہونا اور سینوں پر ضرب لگانا بھی ثابت ہوتا ہے۔ الغرض ان روایات سے سیفیوں کے طریقہ ذکر کی ہر بات

ثابت ہو رہی ہے۔ لہذا اس پر اعتراض جہالت ہے۔

(۹) جب سیدنا حضرت امیر حمزہؓ کیصا جزادی صاحبہ کی تربیت کے متعلق

حضرت علیؓ حضرت جعفرؓ حضرت زید بن حارث کا باہمی اختلاف ہوا کیونکہ ہر ایک کی خواہش تھی کہ میں پرورش کروں تو اس موقع پر رسول اکرم نے فرمایا حضرت علی سے کہ انت منی وانا منک اے علی! تم میرے اور میں تمہارا ہوں۔ یہ سن کر فرط مسرت و خوشی سے حضرت علی نے ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر رقص کیا جسے ناچنا شروع کر دیا۔ یعنی مولیٰ علی پر وجد و جذب کی کیفیت طاری ہوئی اور وہ ایک پاؤں پر رقص کرنے لگے یہ وہ رقص نہیں جو کبیر اور ٹوائف کرتی ہیں بلکہ اس سے مراد وجد و جذب کی کیفیت ہے۔ جو صوفیاء کرام میں پایا جاتا ہے۔

(حوالہ کے لئے فتاویٰ خیر یہ ص ۲۸۳ اور احیاء علوم الدین ج ۳ ص ۱۸۳ ملاحظہ کریں)

(۱۰) اور مزید ثبوت کے لئے الفتاویٰ الحدیثیہ ص ۲۹۰ ص ۲۹۲ ملاحظہ

کریں اختصار کے پیش نظر عبارت نقل نہیں کی۔

(۱۱) الحدیقۃ الندیۃ میں اور الحاوی للفتاویٰ میں بھی جواز وجد و تواجد و

رقص صوفیاء کی تصریحات موجود ہیں۔

(۱۲) مقامات مظہری ص ۲۰۲ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ نماز فجر کے بعد ذکر و

مراقبہ سے پہلے آپ نے (سید نور محمد بدایونی قدس سرہ) یہ فرماتے ہوئے مولوی

نور علی پر توجہ فرمائی کہ بحق بہاؤ الدین میں تجھے بغیر محنت دوں گا بقول مولوی

صاحب مذکور میں بے اختیار ہو گیا گویا میرا دل سینے سے باہر نکل گیا ہے مدت کے

بعد ہوش میں آیا تو آپ حلقہ سے فارغ ہو چکے تھے اور میں دھوپ میں بیٹھا تھا۔
 (۱۳) حضرت شاہ عبد القدوس گنگوعلیہ الرحمۃ پر چکی کی آواز سے بھی وجد
 طاری ہو جاتا تھا ایک دفعہ شاہ صاحب کے متعلق مولانا جلال الدین علیہ الرحمۃ
 نے ایک فقیر صاحب جو حضرت شاہ صاحب کے مرید تھے سے کہا کہ تمہارے
 ناچنے والے پیر صاحب بھی تو آئے (مقصد وجد پر تنقید تھی) یہ جملہ ایک بار فقیر
 صاحب نے شاہ صاحب کو بتا دیا تو شاہ نے فرمایا اگر آئندہ مولوی صاحب یہ
 جملہ کہیں تو تم کہ دینا کہ وہ ناچتے بھی ہیں اور نچاتے بھی ہیں پھر جب ملاقات
 ہوئی تو مولوی صاحب نے یہ جملہ دہرایا تو فقیر صاحب نے اپنے مرشد کا جملہ
 دہرایا کہ وہ نچاتے بھی ہیں تو مولوی صاحب یہ سن کر کھڑے ہو کر ناچنے لگے
 حالت وجد کا غلبہ ہو گیا حالت بدل گئی پھر یہی مولانا صاحب شاہ صاحب کے
 مرید اور خلیفہ بنے۔ (رسالۃ التلخیص ص ۲۲)

دارالعلوم دیوبند میں وجد

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی تھانوی کی اشرف السوانح ص ۶۴ کے
 حوالے سے رہنمائے سالکین نے لکھا ہے کہ ان کے وعظ کے دوران اکثر
 سامعین پر گریہ اور بعض پر وجد اس حد تک طاری ہوتا کہ لوٹنے ٹٹپنے لگ جاتے
 تھے چنانچہ مدرسہ دیوبند کے بڑے جلسہ میں دستار بندی کے موقع پر مولانا کے
 وعظ میں ایک صاحب پر ایسا وجد ہوا کہ جلسہ درہم برہم ہو گیا وعظ پورا نہ کر سکے۔

(۱۵) امام غزالی قدس سرہ نے احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۹۶ میں لکھا ہے کہ

اگر وجد و تواجُد سے مقصد ریا کاری اور اپنے اچھے اوصاف کا اظہار ہو جن سے یہ فی الواقعہ کالی ہے تو یہ قابل مذمت ہے اور اسی تواجُد کی ایک قسم محمود اور اچھی بھی ہے یعنی جس سے مقصد ہی یہ ہوا کہ ایسا کرنے سے مجھے عمدہ اور اچھے احوال حاصل ہوں اور میں کسی حیلہ سے ان اوصاف سے موصوف ہو سکوں تو یہ جائز ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا رویا کرو اگر رونانہ آئے تو رونے والوں کا انداز اپناؤ اور غمگین ہو جاؤ۔

(۱۶) امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب انوار قدسیہ ج ۱ ص ۳۹ میں فرماتے ہیں کہ سیدنا علامہ یوسف عجمی نے فرمایا ہے کہ مشائخ نے سالک کے لئے جو آداب ذکر کئے ہیں تو وہ مختار اور غیر مجذوب سالک کے لئے ہیں اور جو مسلوب الاختیار سالک ہے اس کو اپنے حال پر رہنے دو کیونکہ بے اختیار ہو کر اس کی زبان سے کبھی اللہ اللہ اللہ جاری ہوتا ہے اور کبھی بے اختیار ہونہ ہونہ ہو جاری ہوتا ہے اور کبھی لا الہ الا اور کبھی آہ آہ آہ اور کبھی عا عا عا اور کبھی آ آ آ اور کبھی ہا ہا ہا الخ اور اس کے لئے ادب صرف یہ ہے کہ وارد ہونے والی کیفیت کو تسلیم کیا جائے۔ انوار قدسیہ کی جلد اول ص ۱۸۲ سے ص ۱۸۹ تک امام شعرانی نے وجد کے ثبوت میں دلائل ذکر کئے ہیں۔

ان سولہ عدد حوالہ جات سے ہم نے ثابت کیا ہے کہ سیفیوں کا طریقہ ذکر وجد و جذب اضطرابی کیفیات حرکت کرنا کرانا جگہ سے ہٹ جانا وغیرہ پر شرعی دلائل موجود ہیں اور ایسی کیفیات خود حضور ﷺ اور صحابہ و تابعین و دیگر بزرگان دین سے

بھی ثابت ہیں لہذا ان پر اعتراض کرنا پرلے درجہ کی جہالت ہے اور بے بصیری و
لے بصیرتی ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری ج ۸ ص ۲۰۹ تا ۲۰۷ میں فرماتے ہیں
کہ صحابہ کو ایسا وجد اور کیفیات عموماً اس لئے نہ ہوتی تھیں کیونکہ انہوں نے اپنے
اوپر کنٹرول کر رکھا تھا ملاحظہ ہو مظہری کی عبارت

قلت وجهه طریان هذه كثرة نزول البركات والتجليات مع
ضيق حوصلة الصوفي وقلته استعادته و انما لم توجد هذه الحالة
في الصحابة رضي الله عنه مع وفور بركاتهم لاجل سعة
حواصلهم وقوة استعاتهم ببركته سبحانه النبي صلى الله عليه
وسلم و اما غير الصحابة من الصوفية فعلم طريان تلك الحائث
عليهم اما لقلته نزول البركات و اما السيحنه الحوصلته الخ

میں کہتا ہوں کہ اس حالت کی طاری ہونے کی وجہ نزول برکات کی کثرت
ہے اور نزول تجلیات کی کثرت ہے باوجود صوفی ہمالک کے حوصلہ کی تنگی کے اور
اس کی استعداد کے کمزور ہونے کے اور یہ حالت (وجد) صحابہ کرام میں باوجود
فور برکات کے نہیں پائی گئی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے حوصلے بہت وسیع تھے
اور ان کی قوت استعداد زیادہ تھی۔ حضور ﷺ کی صحبت کی برکت سے اور غیر صحابہ
صوفیاء میں۔ سے اثر پر جو یہ کیفیت طاری نہیں ہوتی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یا تو نزول
برکات کی قلت ہوتی ہے یا پھر ان کے حوصلے وسیع ہوتے ہیں۔ (مظہری ج ۸

سوال۔ اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کے موجودہ بزرگ و مشائخ اپنے مریدین کو ایک عرصہ کے لئے تلاوت قرآن نوافل وغیرہ اور دیگر تمام وظائف سے منع کر دیتے اور بہت سے کار خیر سے محروم رکھتے ہیں اس کا کیا جواز ہے۔

جواب۔ جو باگزارش ہے یہ ممانعت شرعی نہیں بلکہ شفقتی ہے جیسے ڈاکڑ یا طبیب و حکیم مریض کو پرہیز بتاتے وقت بعض حلال چیزوں کے کھانے سے بھی منع کرتا ہے یہ منع کرنا شفقت پر مبنی ہوتا ہے۔ حرمت پر نہیں جیسے آدم و حوا علیہما السلام کو فلا تقر باہذہ الشجرۃ فرما کر مخصوص درخت کے استعمال سے منع کیا گیا تھا یہ بھی و ممانعت تحریمی شفقتی تھی۔ اسی طرح مرشد کامل و مکمل کا اپنے مریدین کو بعض وظائف سے اور تلاوت یا مطالعہ کتب سے و نوافل سے روکنا بھی شفقتی ہے۔ چنانچہ مجھے یاد آیا کہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری فرماتے ہیں کہ سید علی بن میمون المغربی نے جب اپنے وقت کے شیخ الاسلام اور مفتی و مدرس علوان الحموی کی ذات میں تصرف فرمایا تو ان کو فتویٰ نویسی اور تدریسی اور تلاوت قرآن سے منع کر دیا۔ اور ذکر میں مشغول کر دیا تو جبلاء نے یوں طعنہ زنی کی کہ اس پیر نے شیخ سلاس کو گمراہ کر دیا ہے اور لوگوں کی تدریس کے ذریعہ نفع پہنچانے سے بھی منع کر دیا ہے اور یہ کہ یہ زندیق (بے دین) ہو گیا ہے۔ تلاوت قرآن سے منع کرتا ہے مگر باوجود لوگوں کی ان خرافات و بکواسات کے مرید صادق علوان حموی

اپنے مرشد کے اسباق پر اور تعلیمات و ہدایات پر ڈٹے رہے۔ کسی کی کوئی بات نہ سنی۔ جب مرشد کی تعلیمات و ہدایات پر عمل کرنے سے دل کا شیشہ صاف ہو گیا اور مشاہدہ تجلیات ربانی حاصل ہو گیا تو قرآن کی تلاوت کی مرشد نے اجازت دے دی۔ اب جب مرشد کامل و مکمل کی اجازت کے بعد قرآن کی تلاوت شروع کی تو خداوند قدوس نے فتوحات ازلیہ وابدیہ کا دروازہ کھولا دیا اور عوارف و معارف ظاہریہ اور باطنیہ کے خزانے ظاہر ہوئے تو مرشد نے فرمایا کہ میں نے تمہیں اسی لئے قبل از لیل تلاوت سے منع کیا تھا تا کہ ذکر کی برکت سے غفلت کے پردے اٹھ جائیں اور پھر قرآنی علوم و معارف تجھے حاصل ہو جائیں۔ (ملاحظہ ہو مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص ۲۳)

ثابت ہوتا ہے کہ مشائخ کرام کا معمول تھا کہ وہ اپنے مریدین کو کمال تک رسائی حاصل کرنے کے لئے بعثت ایسی پابندیاں لگاتے تھے۔

الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله والصلوة والسلام على حبيب الله وعلى اله واصحابه الذين اهتدوا الى هدايه الله اما بعد:

بندہ ناچیز غلام فرید نے اگرچہ قبل ازیں ”فضیلتہ الذاکرین“ میں ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ اعتجار اور بعض دوسرے امور پر وضاحت سے روشنی ڈالی ہے اور خصوصاً وجد و تواجد پر بحث کی ہے، مگر یہاں ایک مسئلہ مزید وضاحت کا طلبگار ہے اور وہ یہ کہ نماز کی حالت میں خشوع و خضوع کی وجہ سے مجبوراً روتا ہے، اس کی

آواز بھی بلند ہو جاتی ہے تو اس سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

قارئین کرام! بندہ کی تحقیق کے مطابق ایسا رونا جائز ہے اور یہ بلند آواز سے رونا مفسد نماز نہیں۔ یعنی اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ چنانچہ ہدایہ جلد اول ص ۱۳۴-۱۳۵ میں مفسدات نماز اور مکروہات نماز کے بیان میں لکھا ہے۔ فان فیہا او تاوہ او بکی فار تفع بکا و فان کان من ذکر الجنہ او النار لم یقطعہا لانہ یدل علی زیادۃ الخشوع وان کان من وجع او مصیبتہ قطعہا لان فیہ اظہار الجزع و التاسف فکان من کلام الناس

(اگر نمازی نماز میں آہ کرے یا اوہ یا بلند آواز سے روئے تو آگ یہ بلند آواز سے رونا جنت یا دوزخ کے ذکر کی وجہ سے ہے تو نماز نہیں ٹوٹے گی کیونکہ ایسا رونا زیادہ خشوع پر دلالت کرتا ہے اور اگر بلند آواز سے رونا کسی جسمانی درد، تکلیف اور مصیبت کی وجہ سے ہے تو پھر نماز ٹوٹ جائے گی کیونکہ اس میں جزع و رافسوس کا اظہار ہے جو لوگوں کے کلام سے ہے)۔

اس عبارت سے واضح ہے کہ اگر نمازی نماز میں بلند آواز سے روتا ہے، نیت کا ذکر سن کر یا دوزخ کا ذکر سن کر تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ کیونکہ یہ رونا خشوع کی وجہ سے ہے جو روح نماز اور اصل نماز ہے۔ اگر بلند آواز سے روتا ہے جسمانی درد یا مصیبت کی وجہ سے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ کیونکہ یہ رونا جزع اور افسوس کی وجہ سے ہے جو کلام الناس سے ہے۔ مگر یہاں محقق قسم کے فقہاء اسلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر جسمانی درد نماز میں اتنا شدید ہو جو قابل برداشت نہ ہو تو پھر بھی

نماز نہیں ٹوٹی۔ چنانچہ ہدایہ کی شرح فتح القدر میں لکھا ہے۔ حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے سوال کیا گیا کہ انین فی الصلوٰۃ سے نماز ٹوٹی ہے یا نہیں؟ تو آپؓ نے فرمایا اگر یہ انین (یعنی بلند آواز سے آہ کرنا) خشیت الہی کی وجہ سے ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر جسمانی درد کی وجہ سے ہے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”طوبی للبرکاتین فی الصلوٰۃ“ یعنی نماز میں رونے والوں کے لئے خوشخبری ہے۔ (الی ان قال) ”عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انہ قال ان کان یمكن الا متناع عنہ یقطع الصلوٰۃ وان کان لا یسکن الا متناع لا یقطع وعن عحمد ان کان المرض خفیفاً یقطع وان کان ثقیلاً لا یقطع لانه لا یمكنه القعود لا بالانین“

(فتح القدر جلد اول ص ۳۶۳)

(امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر مرض یا درد کی حالت میں بلند آواز سے آہ کہنے سے بچنا ممکن ہو تو نماز ٹوٹ جائے گی اگر ممکن نہ ہو تو نہیں ٹوٹے گی۔ اور یہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔)

تو اس عبارت سے ثابت ہو رہا ہے کہ خشوع و خضوع کی وجہ سے بلند آواز سے رونا: دو نماز نہیں ٹوٹی نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر بلند آواز سے اس لئے ہو کہ درد زیادہ ہے اور ناقابل برداشت ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے قول کے مطابق نماز نہیں ٹوٹے گی۔

امام ابن نجیم حنفی بحر الاائق شرح کنز الدقائق میں

لکھتے ہیں کہ ”والانسا التاوه وارتفاع بکانه من وجع او مصبه
لا من ذکر جنه او نار الی ان قال) فالحاصل انها ان كانت من ذکر
الجنه او النار فهو دال علی زیادة الخشوع‘ ولو صرح بهما قال
اللهم انی اسالك الجنه واعدوبك من النار لم تفسد صلاحته وکان
من وجع او مصبه فهو دال علی اظهارهما (الی ان قال) وجعل فی
الظہیر محل الخلاف فیما اذا مکن الامتناع عنه اما مالا یمكن
الامتناع عنه فلا یفسد عند الکل“

اس عبارت سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ جنت یا دوزخ کے ذکر سے
بلند آواز سے رونے سے نماز نہیں ٹوٹی۔ اور فتاویٰ ظہریہ نے اختلاف کا محل یہ قرار
دیا ہے کہ اگر جسمانی درد کی وجہ سے رویا ہے اور درد اتنا تھا کہ رونے سے بچنا ممکن
تھا تو اس میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ نماز ٹوٹ جاتی ہے اور بعض کہتے
ہیں نہیں ٹوٹی۔ اور رہی یہ صورت کہ درد زیادہ تھا، قابل برداشت نہ تھا، اس
صورت میں بالاتفاق نماز نہیں ٹوٹی (بحر الرائق 2 ص 4)

اس تحقیق کے بعد ایسے حضرات جن پر نماز کی حالت میں وجد کی کیفیت
طاری ہوتی ہے اور انوار و تجلیات کو وہ برداشت نہیں کر سکتے تو اس سے وہ بلند آواز
سے چیختے، چلاتے اور روتے ہیں تو چونکہ یہ خشوع و خضوع اور خشیت الہی کی وجہ
سے ہوتا ہے۔ اس لئے نماز نہیں ٹوٹی کیونکہ یہی اصل روح نماز ہے۔ لہذا اس
وجہ سے ایسے نمازیوں پر اعتراض کرنا اور ان کو برا کہنا، اس کو جعل سازی اور

بناوٹ قرار دینا جہالت ہے۔ ہاں ایسے حالات میں اپنے اوپر کنٹرول کر لینا اور بے اختیار نہ ہونا اچھی چیز ہے مگر بے قابو ہو کر بلند آواز سے چیخنا، رونا بھی قابلِ مذمت نہیں بلکہ یہ مطلوب ہے۔

مسئلہ:- فی جماعة صوفیہ اجتمعوا فی مجلس ذکر تم ان
شخصا من الجماعة قام من المجلس ذاكر او استمر على ذلك
لوارد حصل له فهل له فعل ذلك سواء كان باختياره ام لا وهل
لاحد منعه وزجره عن ذلك؟

الجواب:- لا انكار عليه في ذلك۔ وقد سئل عن هذا السؤال
بعينه شيخ الاسلام سراج الدين البلقيني فاجاب بابه لا انكار عليه
في ذلك وليس لمانع التعدي بمنعه ويلزم المتعدى بذلك التعزير
وسئل عنه العلامة برهان الدين الابناسي فاجاب بمثل ذلك۔ وزاد
ان صاحب الحال مغلوب والمنكر محروم ماذاق لذة التواجد ولا
صفاله المشروب الحال قال في آخر جوابه وبالجملة فالسلامة
في تسليم حال الفوم راجاب اينامثل ذلك بعض ائمة
الحنفية۔ والمالكية كلهم كتبوا على هذا السؤال رافقة من غير
مخالفة

(الحاوي الفتاوى جلد ۲ ص ۲۳۴)

امام علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

سوال:- صوفیاء کی ایک جماعت، ذکر کی مجلس میں جمع تھی، پھر جماعت

میں سے ایک شخص ذکر کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا اور وارد ہونے والے جذبے کی بناء پر کھڑا ہی رہا، تو اسے ایسا کام کرنا جائز ہے؟ خواہ اس نے اپنے اختیار سے ایسا کیا یا بغیر اختیار کے، اور کیا کسی شخص کے لیے جائز ہے کہ اسے منع کرے اور زجر و توجیع کرے؟

جواب:- اس شخص پر اس معاملے میں کوئی انکار نہیں ہے، یہی سوال بعدیہ شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی سے کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس شخص پر اس بارے میں کوئی اعتراض نہیں ہے، اور منع کرنے والے کو اسے سختی کے ساتھ روکنے کا حق نہیں ہے۔ جو شخص اس پر زیادتی کرے گا وہ تعزیر کا مستحق ہے۔ علامہ پرہان الدین ابناسی سے یہ سوال پوچھا گیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

اور مزید کہا کہ صاحب حال مغلوب ہے اور منکر محروم ہے، اس نے تواجد کی لذت نہیں چکھی اونہ ہی اسے صاف اور شفاف مشروب میسر ہوا ہے انہوں نے اپنے جواب کے آخر میں فرمایا: خلاصہ یہ ہے کہ سلامتی، قوم کے حال کو تسلیم کرنے میں ہے، ایسا ہی جواب بعض ائمہ حنفیہ اور مالکیہ نے دیا۔ سب نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے موافقت کی ہے اور کسی نے مخالفت نہیں کی۔

[الحاوی للفتاویٰ جلد ۲، ص ۲۳۳]

مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد

(اقول و کیف ینکر الذکر قائما والقیام ذا کر او قد قال اللہ

تعالیٰ (الذین یذکرون اللہ قیاما او علی جنوبہم) وقالت عائشہ رضی اللہ عنہا: کان النبی ﷺ یذکر اللہ کلی کل اھیانہ وان انضم الی هذا القیام رقص اونحوہ فلا انکار علیہم فذلک من لذات الشہود او المواجید وقد ورد فی الحدیث رقص جعفر من الی طالب بین یدی النبی ﷺ لما قال له شبت خلفی وخلقی وذلک من لذة هذا الخطاب ولم ینکر ذلک علیہ النبی ﷺ فكان هذا اصلا فی رقص الموفیة لما یدر کونه من لذات المواجید وقد صح القیام والرقص فی مجالس الذکر والسماع عن جماعة من کبار الائمة منهم شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام۔

(الحاوی للفتاویٰ جلد دوم ص ۲۳۴)

میں کہتا ہوں کھڑے ہو کر ذکر کرتے اور حالت ذکر میں کھڑے ہونے کا کیسے انکار کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ ارشاد فرماتے ہیں وہ لوگ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ذکر کھڑے بیٹھے اور اپنے پہلو پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔ اگر اس قیام سے رقص وغیرہ کو ملا یا جائے تو اس بات کا انکار نہیں ہو سکتا یہ شہود اور وجد کی لذت سے ہے۔ اور حدیث میں وارد ہے۔

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ دو عالم ﷺ کے سامنے رقص

کیا۔ جب آپ نے ان سے فرمایا تم صورت اور سیرت میں میرے مشابہ ہو۔ اور یہ لذت خطاب سے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ اور سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس سے انکار نہیں فرمایا۔ تو یہ صوفیہ کے رقص کی بنیاد ہے۔ کیونکہ وہ وجد و سرور کی لذتیں پاتے ہیں۔ مجالس ذکر اور سماع میں بڑے بڑے ائمہ کی ایک جماعت سے رقص وجد ثابت ہے۔ شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام بھی ان میں سے ہیں۔

علامہ عبدالغنی ناطبی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

ولا شد ان التواجد وهو تكلف الوجد و اظهاره من غير ان يكون له وجد حقيقه فيه تشبه باهل الوجد الحقيقى وهو جائز بل مطلوب شرعا قال رسول الله ﷺ من تشبه بقوم فهو منهم رواه الطهرانى فى الاوسط عن حذيفه بن اليمان رضى الله عنه و انصار كان المتشبه بالقوم منهم لان تشبها بهم يدل على حبه اياهم و رضائه باحوالهم و افعالهم (الحديث السندي ج ۲ ص ۵۲۵)

تواجد یہ ہے کہ ایک شخص کو حقیقتہً وجد حاصل نہ ہو لیکن وہ تکلف سے وجد کو اختیار کرتا ہے اور اسے ظاہر کرتا ہے، اس میں شک نہیں کہ تواجد میں حقیقی وجد والوں سے مشابہت اختیار کرنا ہے اور یہ نہ صرف جائز ہے۔ بلکہ شرعاً مطلوب ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ ان میں سے ہے،

(۱) وجد واضطراب داخل صلاة صفحہ ۸۶ جلد ۹ و صفحہ ۶۳ جلد ۹ صفحہ ۲۵۴

جل ۹ روح المعانی لبنان بیروت۔

(۲) اذا دخل في الصلاة يسمع لصدرة اذین كآذن الرجل الخ

صفحہ ۹۱ مشکوٰۃ باب ما يجوز في الصلوة: لمعات صفحہ ۹۹ جلد ۱: احیاء صفحہ ۳۰۲ جلد ۱

(۳) فان خليل اذا قام الى الصلاة يسمع وحبیب قلبه علی ميلین

صفحہ ۲۳۸۴ جلد ۵ صفحہ ۲۳۸۸ جلد ۵ صفحہ ۱۲۴۹ صفحہ ۱۷۶ جلد ۱ احیاء علوٰء

علوم الدین

(۴) فان ان اوتأوه، او بکی فازتفع بكاؤه الخ

صفحہ ۱۱۳۵ الھدایۃ الاولی ثم السامی صفحہ ۳۳۳ ثم عالمگیر صفحہ ۱۳۲ ثم

مراقی الفلاح ۱۷۴ قبل باب البغاة ۱۲

(۵) ثم الطحطاوی علی الدر المختار صفحہ ۴۲۷ ثم فتاویٰ ادوریہ پشتو

صفحہ ۱۱۷۰: ثم الانوار القدیۃ صفحہ ۲۳۹

الانوار القدیۃ فی معرفۃ قواعد الصوتہ صفحہ ۲۳۹ اللہ اللہ اللہ۔ او هو هو هو۔

اولا لالا۔ او آہ آہ۔ او عا عا۔ او۔ آ آ۔ او ہ ہ، او حا حا۔ الخ

وجد خارج الصلاة

روح البیان ۲۱۱ و محزون الاذقان و یزید ہم خشوعا جذب ابی ہریرۃ

صفحہ ۲۲۱۳ باب الزهد ترمذی: رقص علی و جعفر وزید من حارثہ رضی اللہ عنہم
۶۰۲ تفسیر احمدی۔

رقص صفحہ ۸۵۱۴ سورۃ محمد روح البیان و صفحہ ۸۱۰۱، صفحہ ۱۳۲۳۲ اعراف
صفحہ ۸۱۴۷ قطب الارشاد صفحہ ۵۲۴، صفحہ ۵۶۰ صفحہ ۵۸۹: ثم نور العقائد عربی صفحہ
۱۷۶ صفحہ ۳۲۳ صفحہ ۲۳۴ مکتوب صفحہ ۲۰۰ ج ۱۱ الوسعید برقص در آمد: دو تر کمان
وحسین قصاب بی اختیار بر زمین میخوابید۔

(مکتوب صفحہ ۱۲۷۵ صفحہ ۱۲۹۱ صفحہ ۱۲۹۰ رقص) مکتوب صفحہ ۶۰۲ ج ۵
انگیز۔ و ہمہ های درد امین۔

و وجد و تواجد، و رقص و رقاصی ہمہ در مقامات ظلال است عند ظهور تجلیات
الظلمۃ الخ مکتوب صفحہ ۱۳۰۲ صفحات الانس جلد ۵۲۵ مردن ۲۰۰ کینزاک عذراء
نحات الانس مردن ۲۰۰ کینزاک عذراء از

سامع صفحہ ۵۲۲ جامہ رائل پارہ کردن

تفسیر احمدی صفحہ ۶۰۳ جلد ایے منہم من یغلب علیہ الخوف، او الحزن

او الشوق فیودیہ الی البکاء و الأمین و الشھقہ و تخریق الشیام۔ و الغیبت۔
والاضطراب۔

و منہم امن یغلب علیہ الرجاء و النرح و الاستبشار فیودیہ الی الطرب و الرقص
و تصفیق کما روی ان داؤد عم استقبال السکینۃ بالرقص قالت لرز و جتہ اترقص

وانت نبی فقال ءالهاا حکمین علی قلبی ازہب وانت طالق الخ ۱۶۳ ۱۶۳ سنیت حلق
شوارب الحدیقة صفحہ ۵۸۴ جلد ۲

هدایۃ باب الجنایات صفحہ ۲۶۸ جلد ۱

هدایۃ البرار صفحہ ۱۴ جلد ۲۰

حاشیہ سنن ابوداؤد صفحہ ۷ جلد ۳

شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ صفحہ ۲۷۷ جلد ۲ رمز الحقائق

(۱۰۲) زیلعی کنز صفحہ ۵۵ جلد ۲ بحر الرائق صفحہ ۱۱ جلد ۳

باب الجنایات

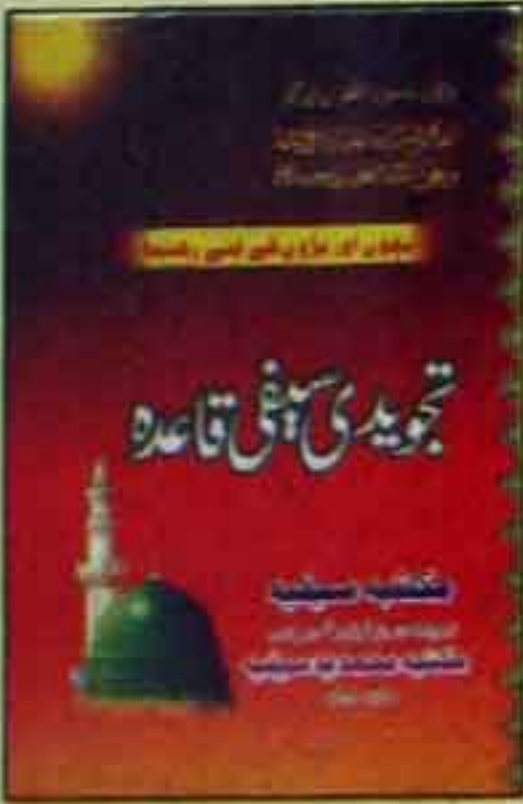
در المختار کتاب الخطر والاباہۃ صفحہ ۳۸۹ جلد ۲ نووی شرح مسلم ۱۲۹ ہندیۃ

کتاب الکراہیۃ صفحہ ۲۵۸ جلد ۵

مرتحاة باب السواک صفحہ ۲۰۰ باب ۱

طبع بیروت

فتح القدر صفحہ ۳۳۲ جلد ۲



سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کی مشہور تصانیف

وجہ (سوال و جواب) مسائل عمامہ شریف
اقسام وجہ مجدد و ناصر حاضر شاہ خراسان کا فتویٰ

کیا دوسرے شیخ کی بیعت جائز ہے

- | | | | | |
|----------------------|-------------------|----------------------------|-----------------|----------------|
| اوراد و نقشبندیہ | حاضر و ناظر محبوب | عدم سایہ مصطفیٰ ﷺ | اثبات علم الغیب | ہدایت السالکین |
| تصویر مجدد الف ثانی | فریبت علم باطن | عرفان ذات | انوار سیفیہ | معمولات سیفیہ |
| ماہنامہ السیف الصائم | جزالاسباہ | مسائل طہارت | آداب شیخ | حریص علینا |
| ولی اللہ کی پرواز | سونایا کھونا | تشہ میں اعلیٰ اعلیٰ کا سفر | مجموعہ رسائل | ختم شریف کاشوت |

مفت تقسیم کرنے والے دوستوں کے لیے مکتبہ کی طرف سے خصوصی رعایت دی جائے گی

آستانہ عالیہ راوی ریان شریف لاہور

0321-8401546

ناشر ادارہ محمدیہ سیفیہ پبلیکیشنز